إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا

عورت کی نصف دیت پر پروفیسر طاہر القادری
کے باطل نظریہ کا محاسبہ

دیۃ المرأۃ

مُصنّفہ

شیخ الاسلام والمسلمین سلطان المناظرۃ علامہ مولانا عطا محمد بندیالوی

• مرکزی صدر مرکزی جماعت اہسنت پاکستان

• شیخ الحدیث والتفسیر جامعہ حامدیہ کراچی ۳۲

ناشر:- شعبہ نشر و اشاعت جامعہ حامدیہ کراچی ۳۲ پوسٹ بکس ۸۴۲۵
نزد کراچی یونیورسٹی کراچی

پیش لفظ

فرد الدہر فقیہ العصر استاذ العلماء
اغصان علمہ الواصل الی اوج السماء
نیر افلاکِ تحقیق و تدقیق علوم
سید اصحابِ تثلیث و تربیع فہوم

معزز قارئین موجودہ دور میں طرح طرح کے فتنے پیدا ہوئے اور ہو رہے ہیں اس کی وجہ صرف حق کو دانستہ طور پر قبول نہ کرنا اور باطل نظریات کی برملا بلا وجہ حمایت کرنا ہے جو کہ آج فرقہ پرستی ۔ حسد ۔ بغض ۔ عناد کی صورت میں ظہور پذیر ہیں انسان کو اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہیئے کہ اس نے ایک دن مرنا ہے اللہ کی بارگاہ میں پیش ہونا ہے ۔ عقائد و اعمال کا محاسبہ ہونا ہے ۔ پھر جزا و سزا بھگتنی ہے ۔ اس تباہ کن روش کو چھوڑ کر عدل و انصاف کو مد نظر رکھتے ہوئے مسئلہ کے ہر پہلو پر غور کرے تو یہ حقیقت اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ ان لوگوں کا مبلغ علم کیا ہے آپ کے ہاتھ میں "دیت" کی تحقیق پر جو محققانہ رسالہ ہے ۔ اس میں تمام مذاہب کے علاوہ صحابہ کرام کا مذہب بھی بیان کیا ہے جس کو ہر صاحب علم و انصاف تسلیم کریگا ۔ آجکل جو اختلاف ہے صرف ان حضرات کا پیدا کردہ ہے جو کتب مذہب سے ناآشنا ہیں اگر ان کو کتب مذہب کا مطالعہ ہوتا ۔ اور انہوں نے کتب مذہب کی ورق گردانی کی ہوتی تو یہ اختلاف کبھی پیدا نہ ہوتا ۔ ہر چیز کی کوئی نہ کوئی علت اور کوئی نہ کوئی سبب ضرور ہوتا ہے ۔ "عورات اور اسکی دیت" پر ایک مفصل رسالہ لکھنے کے محرکات و اسباب پر اگر نگاہ ڈالی جائے تو دیت کے متعلق کچھ بیگانوں کا بیہودہ طرز عمل اور یگانوں کا غلط انداز فکر شیخ الاسلام والمسلمین کے پیش نظر ہے ۔ آجکل کچھ لوگ سستی شہرت حاصل کرنے کیلئے مفسر قرآن کا لبادہ اوڑھ کر چودہ سو سالہ متفقہ مسائل جن پر صرف ائمہ اربعہ ہی کا نہیں بلکہ صحابہ کرامؓ کا بھی اجماع ہے انکار کر بیٹھے اور امت مسلمہ میں انتشار پھیلا دیا حالات کی نزاکت کے پیش نظر بیسیوں مصروفیات کے باوجود استاذ العرب والعجم نے احباب و تلامذہ کے اصرار بار بار کے پیش نظر اس موضوع پر قلم اٹھایا ۔ سلطان المناطقہ نے دلائل قاطعہ اور براہین ساطعہ کیساتھ اس مسئلہ کو روز روشن کی طرح واضح کرد… اب ہر ذی فہم اور علم دوست کو چاہیئے کہ اس حقیقت کو تسلیم کرے اور مسلمانوں میں افتراق و انتشار نہ پھیلائے کتابیں تو ا… بھی بہت لکھی جا چکی ہیں لیکن امام المدرسین نے تحقیق کی انتہا فرما دی وقت کی کمی اور مصروفیات کی کثرت کیوجہ سے ا… دلائل پر اکتفاء کیا ورنہ دلائل تو بے شمار ہیں ۔

مصنف رسالہ شیخ الاسلام والمسلمین بیہقیٔ جہاں سیدی قبلہ استاذی المکرم مولانا عطا محمد صاحب بندیالو…

ے ضرورت شعری کے لئے

واست برکاتہم العالیہ کی ذات ستودہ صفات محتاجِ تعارف نہیں پشاور سے لیکر کراچی تک مدارس کی ساری رونقیں حضرت استاذ العلماء مدظلہ کے مسعود سے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ آپ کی عمرِ مقدس مسندِ تدریس پر گزری لیکن صرف ایک فن ہی نہیں بلکہ ہر فن میں امام کی حیثیت رکھتے ہیں جس فن کی طرف بھی توجہ فرمائی سکے بٹھا دیئے فقہ واصول فقہ پڑھائیں تو استاذ الاساتذہ نظر آتے ہیں معقولات پڑھائیں تو امام المناطقہ نظر آتے ہیں حدیث پڑھائیں تو عظیم محدث نظر آتے ہیں قرآن پڑھائیں تو بے مثال مفسر نظر آتے ہیں۔ جس کتاب کو پڑھائیں یوں محسوس ہوتا ہے مصنف خود پڑھا رہا ہے۔ آپ تدریس کے بحرِ زخار ہی نہیں بلکہ اگر تحریر کی طرف توجہ فرمائیں تو بڑے بڑے اہل زبان دنگ رہ جاتے ہیں مسائل کی تحقیق فرمائیں تو دلائل کے انبار لگا دیتے ہیں۔ موقع کی مناسبت سے ذرا سی ترمیم کے ساتھ۔ ع

فن تحقیق و تدریس کی شاہی تکواتنا قابل مسلّم جس سمت آگئے سکے بٹھا دیئے ہیں

زینتِ عطائی نور بخاری سیدی قبلہ استاذی المکرم ۲۵ سال سرزمین بندیال (پنجاب) میں گوہر علم لٹانے کے بعد اب جامعہ حامدیہ رضویہ میں جلوہ افروز ہوئے اور شیخ الحدیث والتفسیر کے عہدہ کو شرف بخشا۔ دارالعلوم حامدیہ رضویہ کے مہتمم فخر اہلسنت مولانا مفتی غلام نبی صاحب نہایت ہی علم دوست، مخلص۔ اور عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں انہوں نے دین مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو پھیلانے کیلئے اور عظمت مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے لہرانے کیلئے آج سے بیس سال قبل کمرا پیڑی میں دارالعلوم کی بنیاد رکھی طلبہ کی کثرت اور جگہ کی قلت کے باعث جناب مہتمم صاحب قبیدہ خاطر ہوئے لیکن ان کا خلوص اور شب و روز کی محنت رنگ لائی اور چھ ایکڑ کا ایک پلاٹ ملا۔ اب مفتی غلام نبی صاحب نے یہ سوچا کہ اتنے عظیم دارالعلوم اور اتنے طلبہ کو کنٹرول کرنے کیلئے کوئی عظیم ہستی ہی ہونی چاہیئے جو ہر فن میں یگانہ روزگار بھی ہو اور میدان تحقیق کا تاجدار بھی ہو اور جس عظیم ہستی سے طلبہ کے علاوہ علماء بھی استفادہ کرسکیں تو نقیِ اہلسنت کی نگاہ سیدی قبلہ استاذ العلماء کی ذات عالی پر ٹھہری۔ سیدی قبلہ استاذ العلماءؒ دین رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت کی سربلندی کیلئے اور طلبہ و علماء کو مستفیض فرمانے کیلئے، مولانا مفتی غلام نبی صاحب کی دعوت کو شرفِ قبولیت بخشتے ہوئے جامعہ حامدیہ میں تشریف لائے۔

تاجدارِ علم و عطا نے اب احباب کی بھرپور اور پرزور فرمائش اور اصرار کے پیشِ نظر ہزاروں مصروفیاتِ زندگی کے باوجود کرم فرماتے ہوئے یہ چند صفحات رقم فرما دیئے جس کو ناظم اعلیٰ صاحب نے قوم کو انتشار سے بچانے کیلئے شائع کرنے کا انتظام فرمایا۔ جو کہ قوم کو درپیش ایک اہم مسئلہ کا حل ہے جس کو ہر انصاف پسند، پسند کرے گا۔

صاحبزادہ محمد مظہر الحق بندیالوی
متعلم جامعہ ھذا

عورت اور اُسکی دیت

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ برصغیر کے مسلمانوں نے عظیم قربانیاں دے کر پاکستان اس لئے بنایا تھا کہ یہاں نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نافذ کیا جائے گا اور لوگ اسلام کے سنہرے اصولوں کے مطابق زندگی بسر کرسکیں گے۔ لیکن جب پاکستان کے معرض وجود میں آجانے کے بعد یہاں نظام مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نفاذ کا مطالبہ کیا گیا تو جن لوگوں نے اسلام کو دل سے قبول نہیں کیا تھا انہیں زبردست تکلیف ہونے لگی اور انہوں نے پروپیگنڈہ شروع کر دیا کہ مملکت پاکستان اسلام نافذ کرنے کے لئے نہیں بنائی گئی تھی بلکہ یہ مملکت تو محض مسلمانوں کو معاشی استحصال سے بچانے کے لئے بنائی گئی تھی کیونکہ تقسیم سے قبل تمام معیشت پر ہندو مسلط تھے۔ تو اس موقع پر قومی اخبارات نے بالعموم اور نوائے وقت نے بالخصوص ان کے اس پروپیگنڈے کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور ایسے لوگوں کو لاجواب کر دیا۔

پھر ان نام نہاد ترقی پسندوں نے جو حقیقت میں اسلام دشمن عناصر کا گروہ ہے ایک نئی چال چلی کہ بعض پیٹ پرست اور تنگ اسلاف قسم کے ملاؤں کو اپنے پھندے میں پھنسا کر اسلام کے ایسے متفقہ مسائل جن پر چودہ سو سال سے امت مسلمہ کا اجماع چلا آرہا تھا انکار کرنا شروع کر دیا۔ اس کی پہلی مثال ایک نام نہاد مفکر اسلام کا دیت کے مسلمہ مسئلہ سے انکار ہے حالانکہ دیت کے مسئلہ پر امت مسلمہ کا چودہ سو سال سے اجماع چلا آرہا ہے پھر اسکی شہہ پاکر ایک نام نہاد سکالر نے روزنامہ جنگ ۸ نومبر میں بیان دیا ہے کہ یہ شہادت اور قصاص و دیت کے قوانین موجودہ دور کے تقاضوں کے خلاف ہیں۔

جو شخص دیت و قصاص و شہادت کے مسلمہ مسائل کا انکار کرتا ہے وہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبین نہیں مانتا کیونکہ دیت کا مسئلہ نظام مصطفےٰ کی جز ہے اور جو نظام مصطفےٰ کو دور حاضر کے تقاضوں

کے مطابق نہیں مانتا گویا اس کے نزدیک نئے نبی کی ضرورت ہے۔ خلاصہ یہ کہ جو شخص قصاص، دیت اور شہادت کے مسلمہ مسائل کا انکار کرتا ہے گویا وہ دبی زبان سے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ کی ختم نبوت کا انکار کرتا ہے۔

اور جس صاحب نے سب سے پہلے دیت کے مسئلے کا انکار کیا ہے اس کے مضامین جو اخباروں میں وقتاً فوقتاً چھپتے رہے ہیں ہم نے سب کا بنظرِ غور مطالعہ کیا ہے انکے مضمون پر ہمیں چند اعتراضات ہیں جو درج ذیل ہیں۔

اعتراض نمبر (۱) اُس نے یہ سام محض عورتوں کو خوش کرنے کے لئے کیا ہے اور اُس نے جب دیت کا لغوی معنیٰ ثابت کرنا ہوتا ہے تو وہ ابوبکر جصاص اور صاحب مبسوط کا سہارا لیتا ہے لیکن جہاں بھی ابوبکر جصاص اور صاحب مبسوط دیت کے متعلق آئمہ احناف کا مذہب بلکہ آئمہ اربعہ کا متفقہ مذہب لکھتے ہیں اُس کو ماننے کی بجائے ان کے مقابلے میں اپنا اجتہاد پیش کرتا ہے۔ اور یہ صاحب خبر ضعیف اور مقطوع کو بھی سمجھنے سے قاصر ہے۔

اعتراض نمبر (۲) اور اِسی نام نہاد منکرِ اسلام نے اخبارات میں چیلنج دیا ہے اگر کوئی شخص دیت کے متعلق ایک بھی حدیث دکھا دے تو وہ اپنے نظریے سے رجوع کرنے کے لئے تیار ہے۔ بظاہر تو اُن کا یہ چیلنج لوگوں کو متاثر کرتا ہے اور بعض علما بھی اس سے متاثر نظر آتے ہیں لیکن درحقیقت ان کا یہ چیلنج ان کی بدنیتی پر دلالت کرتا ہے کیونکہ ان کے چیلنج سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک صرف حدیث صحیح ہی دلیل ہے اور ان کے نزدیک نہ قرآن دلیل ہے نہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فعل دلیل ہے۔ نہ اجماع دلیل ہے اور نہ قیاس دلیل ہے حالانکہ ادھر تو یہی منکر اسلام حنفی ہونے کا دعوٰی کرتے ہیں اور احناف کے نزدیک تو دلائل شرعی چار ہیں۔ قرآن حدیث اجماع اور قیاس۔ اور پھر لطف یہ کہ وہ دیت کے مسئلہ پر حدیث صحیح کا مطالبہ کرتے ہیں اور جو صحیح بھی ہو انکی خود ساختہ اصطلاحات کے مطابق نہ کہ آئمہ اصول کے قواعد کے مطابق تو ان کا یہ چیلنج انتہائی لایعنی ہے اور انکی جہالت کا مظہر ہے ان کا یہ چیلنج اس قسم کا ہے کہ مسلمانوں کے دو مکاتیب فکر میں اختلاف ہے ایک اعراس و چالیسویں وغیرہ کو جائز مانتا ہے دوسرا منکر ہے جو انکار کرتا ہے وہ اس منکر کی طرح دلیل دیتا ہے کہ کیا نبی علیہ السلام نے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ فعل کیا ہے۔ بظاہر تو یہ دلیل بھی مسحور کن ہے لیکن اس میں چھپی خرابی یہ ہے کہ یہ لوگ صرف نبی علیہ السلام کے فعل کو دلیل مانتے ہیں۔ اللہ کی کلام یا نبی علیہ السلام کے قول کو دلیل نہیں مانتے چاہیئے تو یہ تھا کہ یہ منکر اسلام اس امر کا چیلنج کرتا کہ اگر ائمہ اربعہ

سے کوئی دلیل عورت کی دیت کے نصف ہونے پر پیش کی جائے تو میں اپنے نظریے سے رجوع کرلوں گا۔

اعتراض نمبر (۳)

ہم نے ان صاحب کے تمام شائع شدہ مضامین کا مطالعہ کیا ہے ہمیں تو ان میں مچھر کے پر کے برابر بھی مسئلہ پر دلیل نظر نہیں آئی۔ شاید قارئین یہ کہیں کہ اس نے اگر دلائل پیش نہیں کیے تو اتنے صفحوں پر اس نے کیا لکھا ہے؟ تو عرض ہے کہ اس نے اتنے صفحے سیاہ کر کے اپنے نامہ اعمال کو سیاہ کیا ہے۔ اور اس نے قرآن و حدیث سے اپنے مفہوم مقصد کو ثابت کرنے کی ناکام کوشش کر کے اپنے آپکو یضل بہ کثیرا کا مصداق بنایا ہے۔ اور اس کی مثال یوں ہے کہ جیسے کوئی شخص قرآن پاک کی آیت واعبد ربك حتی یاتیك الیقین۔ کا یہ معنیٰ لے کہ تو اللہ کی عبادت کر اتنے تک کہ تجھے اللہ تعالیٰ پر یقین آجائے اور کہے کہ ہمیں یقین آگیا ہے لہٰذا اب عبادت کی ضرورت نہیں رہی حالانکہ اس حقیقت کا صحیح مفہوم تو یہ ہے کہ موت تک خدا کی عبادت کرو۔ تو یہ قرآن حکیم جس طرح ہدایت کا باعث بنتا ہے اسی طرح یہی قرآن بعض بدبختوں کی گمراہی کا سبب بھی بنتا ہے۔ اس صاحب نے اپنے مضمون میں یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ وہ بڑا تاریخ داں ہے حالانکہ انکا یہ تاثر بھی محض ان کی خوش فہمی ہے انہوں نے لکھا ہے کہ سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے قبل دور جہالت میں بھی قصاص و دیت کا قانون تھا۔ لیکن اس میں تفاوت موجود تھا۔ ان کا کوئی اونچے طبقے سے تعلق رکھنے والا اگر قتل ہو جاتا تو وہ پوری دیت لیتے تھے لیکن اگر کوئی عام آدمی مارا جاتا کم دیت دیتے تھے۔ اسلام نے آکر ان کے ان سب قوانین کو رد کر کے مساوات نافذ کیں۔ حالانکہ ہماری کتابوں کے مطابق حقیقت اس کے برعکس ہے دور جہالت میں قانون عدل کے مطابق دیت پوری تھی لیکن بعض اوقات امراء قانون میں دھاندلی کرتے تھے اور دیت پوری نہیں دیتے تھے۔ جس کو اس دور کا با اصول طبقہ بھی ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ جب اسلام آیا تو اسلام نے ان کے قانون کو رد نہیں کیا بلکہ ان کے عادلانہ نظام کو اپنایا۔ اور دھاندلی کو چھوڑ دیا مثلاً جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے اس وقت مدینہ طیبہ کے لوگ یوم عاشورہ کا روزہ رکھتے تھے آپؐ نے ان سے وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا کہ اس دن نوح علیہ السلام کی کشتی کنارے لگی تھی۔ اس لئے ہم شکرانے کے طور پر اس دن روزہ رکھتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا نحن اولیٰ بکم ہم تمہاری نسبت نوح علیہ السلام کے زیادہ نزدیک ہیں اس لئے ہم بھی روزہ رکھیں گے۔ تو خلاصہ یہ کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دور جہالت کی اچھائیوں کو بھی رد نہیں کیا۔ بلکہ انکو اپنایا۔ اسلام نے ان چیزوں کو رد کیا ہے کہ دور جہالت میں کفار جن بری چیزوں کو اچھا سمجھتے تھے۔ حالانکہ دیت میں دھاندلی کو خود کفار کا عقلمند طبقہ برا جانتا تھا۔

جناب ہر کام میں عقلی گھوڑے دوڑاتے ہیں چنانچہ کفالت والوں کا آپ نے صرف اپنے عقل ناتمام کی وجہ سے رد کیا ہے کسی مستند کتاب کا حوالہ نہیں دیا۔ اب بندہ اپنے مذکورہ بالا دعویٰ پر ابوبکر جصاص کی عبارت پیش

کرتا ہے کہ اسلام نے دیت کے متعلق دورِ جہالت کا رد نہیں کیا بلکہ انکی اچھی چیزوں کو اپنالیا ہے عبارت ملاحظہ ہو۔ احکام القرآن جلد ثانی ص ۲۷۲ ۔ ومن کان تحمل الدیات مشهورۃً فی العرب قبل الاسلام و کان ذلک مما یعد من جمیل افعالهم و مکارم اخلاقهم قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعثت لاتمم مکارم الاخلاق فهذا فعل مستحسن فی العقول مقبول فی الاخلاق والاعادات)

اب بندہ اس عبارت کا ترجمہ ذکر کرے تو شاید آپ اپنی ہتک محسوس کریں گے ۔ آپ اس عبارت میں غور فرمائیں تو یہ فقیر کے اس دعوی پر نص ہے مزا تو تب ہے کہ آپ بھی اپنے کسی دعوی پر مستند کتابوں سے کوئی حوالہ پیش کریں قرآن پاک کی تفسیر محض رائے کی بنا پر جرم قبیح ہے۔ لیکن آپ اِن عورتوں کو جنکو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ناقص العقل اور ناقص الدین فرمایا ہے خوش کرنے کے لئے الاپ شناپ باتیں کر رہے ہیں ۔

اعتراض نمبر (۴) منکر مذکور صاحب اپنے دعوی پر یہ حدیث بطور دلیل پیش کرتے ہیں ۔ المسلمون تتکافأ دماءهم ۔ آپ نے لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح اور مشہور ہے خبر واحد اور آثار صحابہ اسکی تخصیص نہیں کر سکتے آپکے ضلال اور اضلال کی یہی بنیاد ہے ۔ اسکی وضاحت ملاحظہ فرمائیں ۔

ایک ہوتی ہے حقیقت اور ایک مجاز ۔ حقیقت اصل ہے اس کے لئے کسی قرینے کی ضرورت نہیں ہوتی ۔ مجاز اس کی فرع ہے اس کے لئے قرینے کی ضرورت ہوتی ہے ۔ کسی بھی لفظ کا پہلے حقیقی معنیٰ لیتے ہیں اگر حقیقی معنیٰ سے کوئی مانع ہو تو تب مجازی معنی لیں گے ۔

ہر مجاز کے لئے الگ قرینہ ہوتا ہے ایک مجاز کا قرینہ دوسری جگہ قرینہ نہیں بن سکتا ۔ مثلاً کوئی شخص کہے رایت اسداً یرمی ۔ اب یہاں اسد کا حقیقی معنیٰ نہیں لے سکتے ۔ کیونکہ یہاں "یرمی" قرینہ موجود ہے لیکن اگر کوئی چڑیا گھر سے ہو کر آئے اور کہے رایت اسداً اور ہم کہیں یہاں بھی اسد کا حقیقی معنیٰ یعنی شیر مراد نہیں لیں گے کیونکہ رایت اسداً یرمی میں جو مراد نہیں ہے ۔

لہٰذا یہاں بھی مراد نہیں ہے یہ نہیں ہو سکتا کیونکہ ایک مجاز کا قرینہ دوسری جگہ قرینہ نہیں بن سکتا ۔ اس کی ہم قرآن سے بیشمار مثالیں پیش کر سکتے ہیں ۔

لغت عرب میں مذکر کے صیغے الگ ہیں اور مونث کے صیغے الگ ہیں اگر مذکر کے صیغے مونث کو بھی شامل ہوتے تو پھر مونث کے صیغوں کی ضرورت نہیں تھی ۔ اگر مذکر کے صیغے مؤنث کو بھی شامل ہوتے تو پھر قرآن میں مؤنث کے الگ صیغے ذکر کرنے کی کیا ضرورت تھی ۔ مثلاً ان المسلمین والمسلمات والمومنین والمومنات ۔ الزانیۃ والزانی فاجلدو ۔ السارق والسارقۃ ۔ جن مقام پر مذکر کے صیغے مونثوں کو بھی شامل ہیں وہاں مجاز ہوتا ہے اور

وہاں قرینہ ہوتا ہے مثلاً اذا قمتم الی الصلوٰۃ فاغسلوا وجوھکم ۔ یہاں خارجی قرائن ہیں مثلاً عورت مرد کا وضو ایک جیسا ہوتا ہے اس لئے یہاں مذکر کا صیغہ مؤنثوں کو بھی شامل ہوتا ہے۔ لیکن اس جگہ مذکر کے صیغے کا عورتوں کو بھی شامل ہو جانا اس بات کی دلیل نہیں بن جاتا کہ ہر جگہ مذکر کا صیغہ مؤنث کو بھی شامل ہے ۔ اگر کوئی شخص جہاں بھی مذکر کا صیغہ ہو وہاں عورتوں کو اسی دلیل سے شامل کرے تو پھر وہ آیت وعد اللّٰہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصّٰلحٰت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلکم ۔ میں بھی کیا مذکروں کے حکم میں مونثوں کو شامل کرے گا اور کہے گا کہ عورت بھی مسلمانوں کا خلیفہ بن سکتی ہے ۔

اس کے علاوہ قرآن میں آیا ہے اللّٰہ یصطفی من الملائکۃ رسلاً ومن الناس ۔ کہ اللہ ملائکہ سے اور لوگوں سے رسول چنتا ہے الناس کا لفظ عورت اور مرد دونوں کے لئے ہے یہ صرف مرد کے ساتھ مختص نہیں لیکن یہاں اس کا حکم صرف مرد کے لئے ہے عورت کے لئے نہیں کیونکہ رسول نہیں بن سکتی جہاں لفظ عورتوں کو شامل ہے وہاں بھی عورت کے لئے حکم نہیں تو جہاں لفظ عورت کو شامل ہی نہیں وہاں کس طرح عورت کے لئے حکم ہو سکتا ہے ۔

اب ہم حدیث شریف کی طرف آتے ہیں اس کے چند جواب ہیں ۔

جواب اول حدیث شریف میں المسلمون کا لفظ ہے یہ مذکر کا صیغہ ہے لہذا اس میں مؤنث داخل ہی نہیں اور آپ کے پاس مؤنث کے اس حکم میں داخل ہونے پر کوئی قرینہ بھی نہیں ہے اگرچہ لفظ کے حقیقی معنیٰ پر دلالت کرنے پر کسی قرینہ کی ضرورت نہیں ہوتی لیکن پھر بھی ہم تبرع طور پر قرینہ ذکر کرتے ہیں کہ اگر یہ لفظ عورتوں کو بھی شامل ہوتا تو پھر اجماع اس کے خلاف کیوں ہوتا ۔

جب عورت اس حکم میں داخل ہی نہیں اس کو خارج کرنے کے لئے کسی تخصیص کی کیا ضرورت ہے لہذا آپکی یہ بات باطل ٹھہری کہ آثار صحابہ اور خبر واحد اس کی تخصیص نہیں کر سکتے جب داخل ہی نہیں تو تخصیص کی کیا ضرورت ہے ۔

جواب دوم آپ نے اس حدیث کا جو مفہوم لیا ہے اس طرح تو یہ حدیث قرآن کے معارض ہو گئی قرآن میں آتا ہے ان کان من قومٍ عدوٍ لکم وھو مؤمن فتحریر رقبۃٍ مومنۃٍ آپ تو مفسر قرآن بنتے ہیں آپکو اس کا معنی پتہ ہوگا ۔ اس کا ایک ہی معنیٰ ہے کہ اگر دارالحرب میں کوئی شخص مسلمان ہو جائے ، اور وہ ہجرت نہ کرے اور دارالحرب والوں کے ساتھ مسلمانوں کی جنگ میں کسی مسلمان کے ہاتھوں دارالحرب والا مسلمان خطاً قتل ہو جائے ۔ تو اسکا نہ قصاص ہے نہ دیت ہے۔ اب آپ نے جو حدیث کا معنی لیا ہے ۔ اس کے مطابق تو یہ حدیث قرآن کے معارض آگئی آپ نے تو کہا ہے کہ المسلمون تتکافأ دماءھم ۔ کہ تمام

مسلمانوں کا خون برابر ہے۔ اور یہ ایک مسلمان تو قرآن کی رو سے اُس حکم سے نکل گیا۔ اب اس کا جواب دیں شاید آپ کہیں کہ قرآن اِس حدیث کا مخصص ہے تو اِس کے دو جواب ہیں۔

(i) جب قرآن نے اس حدیث کی تخصیص کر دی تو یہ ظنی ہوگئی اور ظنی کی تخصیص خبر واحد سے ہو سکتی ہے۔

(ii) اور اگر بالفرض آپ کے کہنے کے مطابق یہ مان بھی لیا جائے کہ المسلمون میں عورت بھی شامل ہے تو پھر ایک تو قرآن پاک اسکا مخصص ہے اب یہ عام مخصوص البعض ہو گیا اور یہ ظنی ہوتا ہے اور عام مخصوص البعض کی تخصیص آثار صحابہ سے ہو سکتی ہے چاہے وہ قرآن کی آیت کیوں نہ ہو۔ مثلاً قرآن میں آتا ہے۔

اذا نودی الی الصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ وذروا البیع ۔ اب اس میں جمعہ کی شرائط کا ذکر نہیں ہے۔ لیکن چونکہ یہ عام مخصوص البعض ہے اس لئے احناف حضرت علی کے اثر سے اس کی تخصیص کرتے ہیں اور وہ اثر ہے۔ لاجمعۃ ولا تشریق الا فی مصر جامع ۔ تو اگر قرآن کی آیت بھی عام مخصوص البعض ہو تو اُس کی تخصیص اثر صحابہ سے ہو سکتی ہے" تو حدیث اگر عام مخصوص ہو تو اس کی تخصیص اثر صحابہ سے کیوں نہیں ہو سکتی۔

اعتراض نمبر ۵

جناب نے اپنے مضمون میں اپنی تاریخ دانی کا ایک شوشہ ذکر کیا ہے وہ یہ کہ آپ نے دورِ جہالت میں قصاص اور دیت میں دھاندلی کا ذکر کیا ہے کہ اس دور میں غریب و امیر مرد عورت میں قصاص اور دیت دونوں میں تضاد تھا اور اسلام نے اس تضاد کو مٹایا اس میں آپ نے عورت کا بھی ذکر فرما دیا۔ یہ آپ نے صرف اپنے باطل نظریہ کو ثابت کرنے کے لئے اپنی طرف سے اضافہ فرمایا حالانکہ جو مستند کتب ہمارے سامنے ہیں ان میں دیت کے متعلق عورت کے تفاوت کا ذکر نہیں ہے عبارت ملاحظہ ہوں۔ احکام القرآن ابوبکر جصاص جلد اوّل ص۱۵۶ پر جاہلیت کی عادت کو ان الفاظ سے ذکر فرمایا (ذکر الشعبی وقتادۃ انہ کان بین حیین من العرب قتال وکان لاحد هما طول علی الآخر فقالوا لا نرضی الا ان نقتل بالعبد منا الحر منکم وبالانثیٰ منا الذکر منکم) یہاں قصاص میں مرد اور عورت دونوں کا ذکر ہے تو قصاص میں وہ عورت مرد میں تفاوت کرتے تھے

مثلاً اگر ایک عورت نے دوسری عورت کو قتل کر دیا تو جو قبیلہ طاقتور تھا وہ اپنی عورت کے بدلے عورت کو قتل نہیں کرتے تھے حالانکہ اس نے مرد کرنے عورت کو قتل نہیں کیا تھا تو اسلام نے

اس کا رد کیا کہ اگر ایک عورت نے دوسری عورت کو قتل کیا ہے تو عورت کو ہی قتل کیا جائے گا نہ کہ مرد کو اسی ابوبکر جصاص کی تفسیر جلد ثانی ص ۲۹۱ پر یہ عبارت ہے ۔

عن ابن عباس قال کان اذا قتل بنو النضیر من بنی قریظۃ قتیلاً ادّوا نصف الدّیۃ و اذا قتل بنو قریظۃ من بنی نضیر ادّوا الدیۃ الیھم قال فسوّا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بینھم فی الدّیۃ) اس عبارت میں دیت کا ذکر ہے لیکن صراحۃً عورت کا ذکر یہاں بھی نہیں ہے ابن عربی کی تفسیر احکام القرآن جلد اول ص ۶۱ ۔

قال الشعبی وقتادۃ فی جماعۃٍ من التابعین انھا نزلت فی من کان من العرب لا یرضیٰ ان یاخذ بعبدٍ اِلّا حُرا ویضیع الاشریفاً و بامرأۃٍ اِلّا رجلاً ذکراً ویقولونَ القتل انفیٰ للقتل فردھما اللّٰہ عزوجل عن ذالک الی القصاص وھو المساواۃ مع استیفاء الحق)

اس عبارت میں بھی قتل کے متعلق عورت کا ذکر ہے کہ عورت کے بدلے وہ مرد کو قتل کرتے تھے اگرچہ وہ مرد قاتل نہیں ہوتا تھا تفسیر احکام القرآن جلد سوم ص ۱۳۰۹ ۔

(قال المجاھدُ لا یقتل بدلہ ولی اثنینِ کما کانت العرب تفعلہ

اس عبارت میں بھی دورِ جاہلیت کی دھاندلی کا ذکر ہے کہ اگر بادشاہ قتل ہو جاتا تھا تو اس کے بدلے دُو قتل کرتے تھے ؛

مکرمی آپ کے معلومات میں اضافہ کرنے کے لئے آپکو ایک قاعدہ کی طرف متوجہ کرتے ہیں کہ سارے قرآن پاک اور محاورہ عرب میں مطلق دیت کا لفظ عورت کی دیت پر اطلاق نہیں کیا جاتا جب عورت کی دیت مقصود ہوتی ہے تو اس کو عورت کی طرف مضاف کیا جاتا ہے جناب کی طرح یہ ہمارا ڈھکوسلا نہیں ہے بلکہ اس پر مستند کتب سے اِس فقیر کے پاس دلائل ہیں ۔ ملاحظہ ہو ۔

تفسیر احکام القرآن ابوبکر جصاص جلد ثانی ص ۲۹۰ (والوجہ الاٰخر انّ دیت المرأۃ لا یطلق علیھا اسم الدیۃ وانما یتناد لھا الاسم مقیداً الا تریٰ انہ یقال دیت المرأۃ نصف الدیۃ واطلاق اسم الدّیۃ انما یقع علی المتعارف المعتاد و ھو کمالھا) امام ابوبکر جصاص جسکو آپ اپنی مطلب براری کے لئے یا ابوبکر کہہ کر پکارتے ہیں کس وضاحت کے فرما رہا ہے کہ جہاں مطلق دیت کا ذکر ہوگا وہاں مرد کی پوری دیت مراد ہوتی ہے لہٰذا قرآن پاک میں جو فرمایا گیا ۔ من قتل مومناً خطأً فتحریر رقبۃٍ مومنۃٍ ودیۃ مسلمۃ الیٰ

اهلہ ۔ اس دیت سے مراد مرد کی دیت ہے نہ کہ عورت کی جب عورت کی دیت کا ذکر ہوتا ہے تو دیت المرأۃ کہتے ہیں اور یہ دیت نصف دیت ہے کتنی افسوس کی بات ہے کہ ابوبکر جصاص کو آپ اپنی مطلب براری کے لئے تعریفات لغویہ اور اصطلاحیہ میں تو گھسیٹ لاتے ہیں لیکن جہاں وہ عورت کی دیت کے متعلق ایک اجتماعی مسئلہ ذکر کرتے ہیں ۔ تو یہ بات آپ کو تسلیم نہیں ہے اور آپ اس آیت کا مصداق بن رہے ہیں ۔ (من یشاقق الرسول من بعد ما تبین لھم الھدیٰ ویتبع غیر سبیل المومنین نولہ ما تولّیٰ ونصلہ جھنم) اور تومنون ببعض الکتاب و تکفرون ببعض ۔ آپ اس کے کس قدر مصداق ہیں ۔

اعتراض نمبر (۶) آپ قصاص اور دیت کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکتے ہیں حالانکہ کتب مذہب اس کے خلاف ہیں ۔ غور فرمائیں ۔ قصاص اس خون پر واجب ہوتا ہے جس کا بہانا ابدی طور پر حرام ہے اب مسلمان مرد عورت اور کافر ذمی اس علت میں برابر ہیں ۔ لہٰذا تینوں کے قاتل پر قصاص ہوگا ۔ اور دیت حقوق مالیہ سے ہے حقوق مالیہ کے احکام اور ہوتے ہیں ۔ لیکن کالجوں کے علامہ اس کو نہیں سمجھ سکتے ۔ شریعت کا علم کالجوں اور یونیورسٹیوں میں نہیں ہے بلکہ یہ علم مسجدوں میں فضلا کے سامنے زانوتہہ کرکے حاصل کیا جاتا ہے ۔ ہمارے اس دعوٰی پر احکام القرآن ابن عربی جلد اول ص ۶۲ عبارت ملاحظہ ہو ۔ قصاص اور دیت میں فرق کرتے ہیں ۔

(الحرمۃ التی تکفی فی القصاص وھی حرمۃ الدم الثابتۃ علی التابید) ۔

اب دیت کے متعلق اسی جلد کے صفحہ نمبر ۴۷۸ پر یہ عبارت ہے ۔

(مبنیٰ الدیات فی الشرعیۃ علی التفاضل فی الحرمۃ والتفاوت فی المرتبۃ لانہ حق مالی یتفاوت بالصفات بخلاف القتل لانہ لما شرع زجراً لم یعتبر فیہ ذلک التفاوت فاذا ثبت ھذا نظرنا الی الدیۃ فوجدنا الانثیٰ تنقص فیہ عن الذکر)

عالیجاہ ! اسلام میں ڈھکوسلوں کی کوئی گنجائش نہیں ہے دنیا میں تو آپکو ان ڈھکوسلوں پر گرفت نہیں ہو رہی لیکن مرنے کے بعد ایک اعلیٰ عدالت میں پیش ہونا ہے ۔ جہاں بغیر صداقت کے کوئی چارہ نہیں ہے ۔ اس عدالت عظیم میں آپکو جواب دینا ہوگا ۔ اور اجماع امت کی مخالفت اور اس میں انتشار کی سزا بھگتنی ہوگی ۔ یہ بات آپ کو خیر خواہی اور تنبیہہ کے طور پر کہی جارہی ہے عبارت مذکورہ بالا میں غور فرمادیں قصاص اور دیت میں کتنا فرق ہے ۔ قصاص کی مدار اور ہے اور دیت کی مدار اور چیز پر ہے

اعتراض ۷ آپ نے اپنے مضمون میں ان لوگوں کا رد کیا ہے جو دیت کو شہادت اور مرد وارثت پر قیاس کرتے ہیں اور کسی مستند کتاب سے حوالہ نہیں دیا بلکہ وہی ناتمام عقل کو ہی دوڑاتے پر اکتفا کیا ہے۔ دیت کی تعریف آپکو کتابوں میں مل گئی تو ناسمجھی سے کالم کے کالم سیاہ کر دیئے لیکن اس قیاس کے رد پہ بغیر عقل ناتمام کے کوئی دلیل نہیں ہے اب ہم آپکو مستند کتاب کے حوالے سے عرض کرتے ہیں کہ مذکورہ بالا قیاس کا شہادت اور وارثت پر قیاس کیا جاسکتا ہے۔ علامہ ابن عربی نے اس پر بحث کی ہے کہ عورت قصاص کی مستحق اور والی ہوسکتی ہے یا نہیں۔ اس کے متعلق فرماتے ہیں۔ (لا تستحق المرأة الولایۃ کلھا لانھا لیست بکاملۃ لانی شھادۃ ولانی تعصیب) دیکھو عورت کی ولایت قصاص کو شہادت اور وراثت پر قیاس کیا جاتا ہے کہ اس کی شہادت اور وراثت چونکہ مرد کے برابر نہیں ہے لہٰذا ولایت قصاص میں بھی یہ مرد کے برابر نہیں ہو سکتی۔

اعتراض ۸ عورت کی نصف دیت پر چودہ[14] سوسال سے آئمہ کرام کا اجماع چلا آرہا ہے اور آپ نے آج اسکی مخالفت کی ہے۔ اور وہ مسائل جو پہلے ہی آئمہ کرام میں مختلف فیہ اور دونوں طرف قرآن وحدیث کے دلائل ہیں، ان میں تو آپ اور زیادہ حق مذہب کی مخالفت پر کمربستہ ہوں گے۔ اور آپ خود سوچیں کہ پھر اس کا انجام کیا ہوگا۔ اور صدیوں سے آنے والے متفقہ مسائل پر بھی آپکے اختلاف کو دیکھ کر اسلام دشمن تو کہیں گے کہ " دو ملاؤں میں مرغی حرام "

اعتراض ۹ عورت کی دیت کے نصف ہونے پر صرف آئمہ اربعہ کا ہی اجماع نہیں ہے بلکہ صحابہ کرام کا بھی اجماع ہے۔ اور غوث پاک بھی اس اجماع میں داخل ہیں۔ اب افسوس ہے ایسے شخص پر جو قادری کہلانے کے باوجود غوث پاکؒ کے نظریے کی مخالفت کرتا ہے اس کی دلیل ملاحظہ ہو۔ مغنی ابن قدامہ کا مصنف یعنی ابن قدامہ جو کہ غوث پاکؒ کا شاگرد ہے۔ مغنی جلد ۷ ص ۷۹۷ پر امام ابن قدامہؒ کی عبارت ملاحظہ ہو۔ (قال ابن المنذر وابن عبد البر اجمع اھل العلم علی ان دیۃ المرأۃ نصف دیۃ الرجل وخلاف قول شاذ یخالف اجماع الصحابۃ وسنۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فان فی کتاب عمر وابن حزم دیۃ المرأۃ علی النصف من دیۃ الرجل۔ دیکھو اس عبارت میں ابن قدامہ نے نصف دیت پر صحابہ اور اہل علم کا اجماع ذکر کیا ہے۔ اور اسی کو سنت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ٹھہرایا ہے۔ اور اس کے خلاف کو قول شاذ قرار دیا ہے۔ جس کی: مذمت میں یہ حدیث وارد ہے۔

من شذ شذ فی النار ۔ اب ظاہر ہے غوث پاکؒ بھی اسی اجماع میں داخل ہیں اور ان کے شاگرد ابن قدامہ نے دوسرے علماء کے ساتھ اپنے استاد کا مذہب بھی ذکر کر دیا ۔ کیونکہ غوث اعظمؒ کا مذہب جتنا ان کے شاگرد کو معلوم ہے کسی چودھویں صدی کے قادری کو اس کا عشر عشیر بھی پتہ نہیں ہے ۔

اعتراض نمبر ۱۰

ابن قدامہ جس کی عبارت پہلے گزر چکی ہے یہ حنبلی ہے اور مغنی جس متن کی شرح ہے وہ بھی حنبلیوں کا مستند متن ہے جسکا نام خرقا ہے ۔ تو ابن قدامہ کی عبارت سے ثابت ہو گیا کہ حنبلیوں کا عورت کی نصف دیت پر اجماع ہے ۔

اب امام مالک کا مذہب دیکھنا ہے کہ وہ کیا ہے ۔ ابن رشد اندلسی جو کہ مالکی مذہب کے مشاہیر سے ہے اور ۵۹۵ھ میں اس کی وفات ہے ۔ وہ بدایۃ المجتھد کی جلد دوم ص۳۴۳ پر لکھتا ہے عبارت ملاحظہ ہو (والدیات تختلف بحسب اختلاف المودع فیہ والموثر فی نقصان الدیۃ ھی الانوثۃ والکفر والعبودیۃ امادیۃ المرأۃ فانھم اتفقوا علی انھا علی النصف من دیۃ الرجل فی النفس فقط) خلاصہ عبارت کا یہ ہے کہ جس مقتول کی دیت دی جاتی ہے اس کے اختلاف کے سبب دیت بھی مختلف ہوتی ہے ۔ اور نقصان دیت میں تین چیزیں موثر ہیں عورت ہونا ۔ اور کفر اور عبد ہونا ۔ لیکن عورت کی دیت میں سب کا اتفاق ہے کہ فقط قتل میں عورت کی دیت مرد کی دیت کا نصف ہے ۔ ابن رشد نے عورت کے متعلق اتفاق اس لئے ذکر کیا کہ کافر اور عبد کی دیت میں اختلاف ہے لیکن عورت کی نصف دیت پر اتفاق ہے ۔ تو اب اس عبارت سے واضح ہو گیا کہ جیسا حنابلہ کا عورت کی نصف دیت پر اتفاق ہے مالکیہ کا بھی اس پر اتفاق ہے ۔ اور علامہ علی قاری نے شرح مشکوٰۃ میں احناف کا بھی اس پر اجماع ذکر کیا ہے اور شوافع کا بھی اس پر اتفاق ہے اگر ہم یہاں حوالے ذکر کریں تو بات لمبی ہو جائے گی ۔ یہاں امام شافعی کا مذہب نقل کیا جاتا ہے جو کہ کتابوں میں لکھا ہے کہ ان کے نزدیک کافر کی دیت مرد مسلمان کی دیت کا ⅓ ہے شافعی اس پر یہ دلیل دیتے ہیں کہ کافر مسلمان سے کم درجے کا ہے جب مسلمان عورت کی دیت مسلمان مرد کی دیت کا نصف ہے تو کافر کی دیت مسلمان عورت سے کم ہونی چاہیئے یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ عورت کی نصف دیت میں جب بعض لوگوں نے اختلاف کیا ہے تو اجماع کا کیا معنیٰ ہے جو ابًا عرض ہے کہ دو آدمیوں کا اختلاف اجماع کے منافی نہیں ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ مغنی ابن قدامہ جلد ۷ ص۷۹۷ پر ہے ۔ (وحکا غیرھما عن ابن علیۃ والاصم انھما قالا دیتھا کدیۃ الرجل) ابن علیہ اور اصم کو ابن قدامہ ان الفاظ سے رد کرتا ہے (وھذا

قولٌ شاذٌ یخالف اجماع الصحابہ وسنۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یعنی یہ شاذ قول ہے اور اجماع صحابہ اور سنت رسول کے خلاف ہے ۔ اور اس سے پہلے ابن قدامہ نے یہ کہا کہ (اجمع اهل العلم علی ان دیت المرأۃ نصف دیت الرجل) اب ان دونوں کے اختلاف کے باوجود ابن قدامہ اہل علم کا اجماع نقل کر رہے ہیں ۔ لہذا ایک دو کا اختلاف اجماع کے منافی نہیں ہے اس کی ایک اور مثال ملاحظہ ہو درمختار میں موزے کے مسح پر اجماع نقل کیا گیا ہے حالانکہ اہل شیعہ اس کے خلاف ہیں تو جیسے اہل شیعہ کا اختلاف مسح موزے کے اجماع میں مضر نہیں ہے اسی طرح ابن علیہ اور اصم کا اختلاف بھی اجماع اہل علم کے منافی نہیں ہے درمختار باب مسح خفین میں ہے ۔ (وثبوتہ بالاجماع) علامہ علی قاری نے شرح مشکوٰۃ میں ابن علیہ اور اصم کے متعلق فرمایا ہے کہ یہ اندر سے معتزلہ تھے اور اپنے آپ کو ظاہر اہل سنت کرتے تھے ۔ لہذا انکی تصنیفات علامہ زمخشری سے زیادہ مضر ہیں کیونکہ وہ اپنے اعتزال کو نہیں چھپاتا اور یہ دھوکہ دیتے ہیں غور فرماویں پندرہویں صدی کا قادری بھی اپنے اعتزال کو چھپا رہا ہے موجودہ دور کے قادری اور ان کے ہمنوا ابن علیہ اور اصم کے اختلاف کو دیکھ کر صحابہ کے اجماع کو نام نہاد اجماع کہتے ہیں ۔ قادری صاحب ذرا غور فرمائیں کہ جس اجماع میں غوث اعظمؒ داخل ہیں اس کو نام نہاد اجماع کہنے والے کی سزا تو یہ ہے کہ اس کی زبان کاٹ لی جائے ۔ نامعلوم دور حاضر کے قادریوں کی غیرت کدھر گئی ہے ۔ صحیح قادری تو وہی ہیں جو اس اجماع میں غوث اعظمؒ کے ساتھ شریک ہیں نہ وہ کہ زبان سے تو قادری ہیں اور اندر سے عبدالقادرؒ کے خلاف بلکہ ان کے مذہب کو بھی نام نہاد کہتے ہیں اب یہاں قارئین کی ضیافت طبع کے لئے بندہ ایک لطیفہ نقل کرتا ہے ، وہ یہ ہے کہ پہلے علماء عورت کی نصف دیت پر اجماع نقل کرتے ہیں تو صرف دو آدمیوں کو اس اجماع کے خلاف بتاتے ہیں ۔ اب بندہ علماء اہل سنت سے اپیل کرتا ہے کہ جب وہ عورت کی نصف دیت پر اجماع نقل کریں تو ابن علیہ اور اصم کے ساتھ اس پندرہویں صدی کے قادری کا بھی ضرور ذکر کریں ۔ اور اس پر مقولہ سچا آئے گا ۔ دو شد سہ شد ۔

اعتراض ۱۱ یہ بات تو اظہر من الشمس ہے کہ عورت کی دیت کے نصف ہونے پر صحابہ کرام کا اجماع ہے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت پر بھی صحابہ کرام کا اجماع ہے ۔ اور ان دونوں میں فرق کیا ہے ۔

فرق یہ ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر صرف صحابہ کا اجماع ہے بعد میں آنے والے مسلمانوں کے تمام مکاتیب فکر کا اجماع نہیں ہے مثلاً اہل تشیع کا اجماع نہیں ہے ۔ لیکن عورت کی

دیت کے نصف ہونے پر صحابہ کرام کے علاوہ مسلمانوں کے تمام مکاتیب فکر کا اجماع ہے۔ تو عورت کی دیت پر جو اجماع ہے یہ اس اجماع سے بڑھ کر ہے جو صدیق اکبر کی خلافت پر ہے۔ اور اجماع صحابہ دو قسم ہے۔

اجماع نصی :۔ کہ تمام صحابہ نے زبان سے بول کر ایک مسئلہ کی تائید کی ہو۔

اجماع سکوتی :۔ کہ بعض صحابہ نے بول کر ایک مسئلہ کی تائید کی ہو اور باقی خاموش رہے ہیں۔

اب اجماع صحابہ کی ان دونوں اقسام کا حکم ملاحظہ ہو :۔

اصول الشاشی صـ۷۶ :۔ اما الاول فهو بمنزلة آية من كتاب الله تعالى ثم الاجماع بنص البعض وسكوت الباقين فهى بمنزلة المتواتر

اور یہ بات ظاہر ہے کہ خبر متواتر کا منکر کافر ہے جیسا کہ نقل قرآن اور پانچ نمازیں یہ تواتر سے ہم تک پہنچی ہیں اور ظاہر ہے کہ اسکا منکر کافر ہے۔ نورالانوار صـ۲۲۲ پر ہے۔

(واذا انتقل الينا اجماع السلف اى الصحابة باجماع كل عصر على نقله كان كنقل الحديث المتواتر فيكون موجباً للعلم والعمل قطعاً كالاجماع على كون القرآن كتاب الله وفرضية الصلوٰة وغيرها كفرضية صوم رمضان)

خلاصہ عبارت کا یہ ہے کہ ایک مسئلہ پر صحابہ کا اجماع ہو گیا۔ صحابہ کے بعد ہر زمانے میں اسی مسئلہ پر اجماع رہا تاکہ ہم تک وہ مسئلہ پہنچ گیا۔ یہ حدیث متواتر کی مثل ہے جیسا قرآن کا کتاب اللہ ہونا اور نماز اور زکوٰۃ کی فرضیت اس پر صحابہ سے لیکر آج تک ہر زمانے میں اجماع رہا اور ظاہر ہے کہ قرآن کے کتاب اللہ ہونے سے انکار کرنے والا یا نماز کی فرضیت سے انکار کرنے والا وہ کافر ہے بعینہٖ عورت کی نصف دیت پر صحابہ کا اجماع ہے اور صحابہ سے لے کر آج تک ہر زمانے میں امت کا اس پر اجماع رہا۔ لہٰذا یہ اجماع جو ہم تک پہنچا ہے یہ بھی خبر متواتر کی مثل ہے اور قرآن کو کتاب اللہ جاننے اور نماز اور زکوٰۃ کی فرضیت ماننے کی مثل ہے لہٰذا اسکا منکر کافر ہوگا۔

اعتراض ۱۲:۔ نصف دیت کا منکر اپنے اخباری مضمون میں عورت کی نصف دیت والی حدیث کو ضعیف کہتا ہے اس کے کئی جواب ہیں۔

جواب ۱:۔ قادری صاحب محض کسی حدیث کو ضعیف کہنے سے وہ ضعیف نہیں بنتی بلکہ اس کے ضعف کی وجہ بیان کرنی ہوگی۔ نورالانوار کے صـ۱۹۲ پر ہے۔

والطعن المبهم من الائمة فى الحديث لا يجرح الراوى عندنا بان يقول هذا الحديث

مجروحٌ او منکرٌ او نحوهما فیعمل بہ الا اذا وقع مفسراً بما ھو جرحٌ متفق علیہ الکل لا مختلفٌ فیہ بحیث یکون جرحاً عند بعض دون بعض وماذ لک الجرح صادراً ممن اشتہر بالنصیحۃ دون التعصب کابن جوزی و امثالہ (حاشیہ)

خلاصہ عبارت کا یہ ہے کہ اگر کوئی حدیث کا امام بھی صرف یہ کہدے کہ یہ حدیث مجروح ہے یا منکر ہے یا مطعون ہے تو اس سے حدیث پر کوئی اثر نہیں پڑتا بلکہ اس کے ساتھ عمل کرنا چاہیئے البتہ اگر وہ حدیث کا امام اس جرح کی تفسیر کرتا ہے کہ یہ جرح اسی وجہ سے ہے اور اس وجہ پر سب محدثین کا اتفاق بھی ہو کہ یہ جرح ہے اور وہ حدیث کا امام متعصب بھی نہ ہو۔ اس صورت میں حدیث قابل عمل نہیں ہوگی۔ جیسا کہ ابن جوزی بیشمار احادیث صحیحہ کو تعصب کی بناپر ضعیف کہہ دیتا ہے اور اس ترک پر عمل کا مشورہ دینا کہاں کی علمیت ہے کالجوں کے علامہ تو ایسا کہہ سکتے ہیں۔ لیکن کوئی محقق اس کو تسلیم کرنے کیلئے تیار نہیں ہے۔

جواب نمبر ۲ :۔ قادری صاحب یوں تو بڑے علامہ ہیں لیکن علوم اسلامیہ سے بالکل کورے معلوم ہوتے ہیں۔ دیکھئے ایک حدیث شریف ہے جس کی راویہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں کہ جو عورت ولی کے اذن کے بغیر نکاح کرتی ہے اسکا نکاح باطل ہے۔ علماء احناف نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ کوئی راوی روایت حدیث کے بعد اس حدیث کے خلاف ہے تو وہ حدیث قابل عمل نہیں، اور حضرت عائشہ صدیقہؓ نے خود اس حدیث کے خلاف عمل کیا ہے۔ اور اپنی بھتیجی کا خود نکاح کرکے دیا ہے بغیر اذن ولی کے عبارت ملاحظہ ہو۔

نورالانوار ص ۱۹۰۔ ص ۱۹۱ (او عمل بخلافہ بعد الروایت مما ھو خلافٌ بیقین سقط العمل بہ خالفہ للوقوف علی نسخہ او موضوعیتہ فقد سقط الاحتجاج بہ مثالہ ماروت عائشۃؓ انہ قال ایما امرأۃٍ نکحت بلا اذن ولیھم فنکاحھا باطل ثم انھا زوجت بنت اخیھا بلا اذن ولیھا۔ اب ہم اس عبارت کا ترجمہ اس لئے نہیں کرتے کہ قادری صاحب سبکی محسوس نہ کریں۔ توجب راوی اپنی روایت کے خلاف عمل کرتا ہے اور اس کی حدیث قابل عمل نہیں رہتی توجس حدیث کے حکم پر اور تمام اہل علم کا اجماع ہوجائے توکیا وہ ابھی تک ضعیف رہے گی۔ اگر یہ ضعیف ہوتی تو سارے صحابہ اس کے حکم پر کیوں عمل کرتے۔ تو نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ صحابہ کو تو اسکے ضعف کا پتہ نہ چل سکا اور چودہ سو سال کے بعد ایک قادری پر بات منکشف ہوئی کہ وہ ضعیف اور قابل عمل نہیں ہے۔

جواب ۳:۔ ابوبکر جصاص اپنی تفسیر کے صفحہ ۲۸۴ پر ایک حدیث پر سوال نقل کر کے اس کا جواب یہ فرماتے ہیں اس حدیث میں ایک راوی خشف بن مالک ہے جو کہ مجہول ہے۔ سوال اور جواب کی عبارت ملاحظہ ہو۔ (فان قیل خشف مالک مجہول قیل لہ استعمال الفقہاء بخبرہ فی اثبات الاخماس یدل علی صحتہ و استقامتہ)

یعنی اخماس والی حدیث پر کوئی یہ اعتراض کرے کہ اس میں خشف ابن مالک راوی مجہول ہے تو ہم اس سائل کے منہ پر اس جواب کا تھپڑ رسید کریں گے۔ کہ خشف ابن مالک کی حدیث کو فقہا نے استعمال کیا ہے۔ تو اب وہ حدیث صحیح اور مستقیم ہو گئی۔

جس حدیث شریف کو قادری صاحب ضعیف فرما رہے ہیں اس کو صرف فقہا نے استعمال نہیں کیا بلکہ اس پر صحابہ اور تمام اہل علم اور تمام مکاتیب فکر کا اجماع ہے تو بتایئے اب یہ صحیح اور مستقیم نہیں ہو جائے گی۔ ہٹ دھرمی چھوڑ کر عقل سے کام لیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحیح اور مستقیم حدیث کو تم کس منہ سے ضعیف کہتے ہو حضور اکرم کی تمام احادیث صحیح ہیں جو اجماع کا خلاف کرتا ہے اس کی ہر بات ضعیف ہے یہاں ایک اور لطیفہ ملاحظ فرمائیں۔

قرآن پاک میں اجماع کے مخالف کے متعلق فرمایا گیا ہے نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰی وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا۔ خلاصہ ترجمہ یہ ہے کہ اجماع کے مخالف کو ہم اس کی حالت پر چھوڑ دیتے ہیں اور ہماری رحمت اس سے دور ہو جاتی ہے اور ہم اس کو جہنم میں داخل کریں گے اور یہ بڑا برا مرجع ہے۔ تو اللہ تعالیٰ جل شانہ نے جو یہ فرمایا کہ ہم اس کو اپنی حالت پر چھوڑ دیتے ہیں کہ اس کو کبھی توبہ نصیب نہیں ہوتی۔ اس بنا پر بندہ کا خیال یہ ہے کہ قادری صاحب کے سامنے اگر دلائل کے ڈھیر بھی لگا دیئے جائیں تو وہ اپنی ہٹ دھرمی سے باز نہیں آئے گا۔ یہ فقیر نہایت عجز و انکسار کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے التجا کرتا ہے کہ میرا یہ اخذ غلط ثابت ہو اور مخالف اجماع کو توبہ نصیب ہو جائے۔

اعتراض ۱۳ آپ نے جو دیت کی یہ تعریف کی ہے۔ (الدیۃ قیمۃ النفس) اور احکام القرآن کا حوالہ دیا ہے جس صفحہ کا آپ نے حوالہ دیا ہے اس پر یہ تعریف نہیں ہے بلکہ ایک اور جگہ پر ہے۔

ابوبکر جصاص نے جو دیت کے متعلق کہا ہے کہ یہ نفس کی قیمت ہے یہ اس نے دیت کی تعریف نہیں کی کیونکہ تعریف کا یہ قانون ہے کہ وہ خود معلوم ہوتی ہے اور معرَّف کا اس سے علم

آتا ہے اور جو آپ نے تعریف سمجھی ہے یہ تعریف خود مجہول ہے، کیونکہ قیمت کا لفظ مبہم ہے کیونکہ قیمت کی مقدار بیان نہیں کی گئی تو اگر اس کو تعریف بنایا جائے تو یہ تعریف بالمجہول لازم آئے گی۔ ابوبکر جصاص نے جلد دوم صـ ۲۹۰ دو جگہ پر دیت کی تعریف کی ہے۔

(الدیۃ اسمٌ بمقدارٍ معلومٍ من المال بدلاً نفس الحر لانّ الدیات قد کانت متعالمۃً معروفۃً بینھم قبل الاسلام وبعدہ فرجع الکلام الیھا فی قولہ فی قتل المومن خطاً)

دیت کی تعریف اِس عبارت مذکورہ کا صرف پہلا حصہ ہے یعنی "من نفس الحر" تک آگے اس تعریف کی تشریح فرمائی گئی ہے کہ تعریف میں جو مقدار معلوم کا ذکر ہے تو ہم کو مذکورہ مقدار کیسے معلوم ہے تو امام ابوبکر جصاص فرماتے ہیں کہ اسلام سے پہلے دیت کو ہر کوئی جانتا تھا۔ اور اسلام کے بعد بھی ہر کسی کو اس کی مقدار کا علم ہے اس لئے قتل خطا میں مطلق دیت کا ذکر ہے اور یہ اشارہ اسی دیت معروفہ کی طرف ہے اسی صفحہ پر دوسری تعریف ملاحظہ فرمائیں۔

(الدیۃ اسمٌ لمقدارٍ معلومٍ من بدل النفس لایزید ولاینقص)

یہاں بھی وہی سوال پیدا ہوتا تھا کہ وہ مقدار معلوم کیا ہے تو امام ابوبکر نے اس کے متعلق فرمایا۔ (وقد کانو قبل ذالک یعرفون مقادیر الدیات) تو یہ صحیح تعریف ہے جس کو آپ نے تعریف سمجھا ہے وہ ایک تعریف کا خلاصہ اور حکم ہے اب یہ تعریف بالکل معلوم ہوگئی ہے۔ لہٰذا اس سے دیت کا علم آگیا۔ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ قرآن پاک میں قتل خطا کے متعلق جس دیت کا ذکر ہے وہ مجمل ہے یہ خیال بالکل غلط ہے امام ابوبکر جصاص اس خیال کو باطل کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ (ولولا انَّ ذالکَ کذالک لکان اللفظ مجملاً مفتقراً الی البیان ولیس الامر کذالک) یعنی اگر یہ دیت لوگوں میں متعارف اور معلوم نہ ہوتی تو اس صورت میں دیت کا لفظ مجمل ہوتا۔ اور بیان کی ضرورت پڑتی۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ آپ نے جو جصاص کے حوالہ سے جو تعریف کی ہے اس سے آپ کا مقصد ان لوگوں کا رد ہے جو دیت کا مقصد کفالت بیان کرتے ہیں حالانکہ اس تعریف سے انکار رد نہیں ہوتا۔ کیونکہ دیت کی تعریف تو کفالت والے لوگ بھی وہی کرتے ہیں جو ابوبکر جصاص نے ذکر کی ہے۔ کفالت سے انکا مقصد دیت کی تعریف نہیں ہے بلکہ دیت کا فائدہ ذکر کرنا مقصود ہے کہ یہ دیت کیوں واجب کی گئی۔ تو وہ کہتے ہیں کہ واجب کفالت کے لئے کی گئی ہے جناب اتنے عالم فاضل ہونے کے باوجود تعریف اور مقصد میں فرق نہیں کر رہے یہاں ہم ایک مثال پیش کرکے تعریف

اور مقصد میں واضح بیان کرتے ہیں، مثلاً کوئی شخص کہتا ہے کہ میں نے چار پائی اس لئے بنائی ہے کہ اس پر لیٹ کر رات کو آرام کروں گا۔ اب اس شخص نے رات کو آرام کرنا چاہا یہ چار پائی کی تعریف نہیں کی بلکہ چار پائی کا مقصد بیان کیا ہے اب آپ جیسا عالم فاضل اس سے یہ سمجھتا ہے کہ اس نے یہ جو چار پائی کی تعریف کی ہے یہ غلط ہے کیونکہ چار پائی لیٹنے اور آرام کرنے کا نام نہیں ہے بلکہ چار پائی کی کوئی اور تعریف ہے۔ اور پھر اس آدمی کو رد کرنے کے لئے وہ چار پائی کی تعریف بیان کرے آپ نے کفالت والوں پر کچھ اس قسم کا اعتراض کیا ہے۔ اب بندہ عرض کرتا ہے کہ کفالت والا مقصد خود آئمہ اسلام نے اپنی مستند کتابوں میں ذکر کیا ہے ملاحظہ ہو۔ تفسیر احکام القرآن دو ہیں ایک کے مصنف ابوبکر جصاص ہے جن کا پہلے حوالہ دیا گیا ہے اور دوسری احکام القرآن ابوبکر ابن عربی کی ہے جو کہ مالکی ہے جن کی پیدائش ۴۶۸ھ ہے اور ابوبکر جصاص کی وفات کے بعد پیدا ہوا ہے۔ اس ابن عربی کی عبارت ملاحظہ ہو، جلد اول ص۴۷۲ (اوجب اللہ تعالیٰ الدیۃ فی قتل الخطأ جبراً کما اوجب القصاص فی قتل العمد زجراً وجعل الدیۃ علی العاقلۃ رفقاً)
یعنی اللہ تعالیٰ نے قتل خطا میں جو دیت واجب کی ہے یہ مقتول کے وارثوں کا نقصان پورا کرنے کے لئے ہے۔ اور قتل عمد میں قصاص واجب کیا ہے تاکہ لوگ قتل سے پرہیز کریں اور عاقلہ پر جو دیت واجب کی ہے یہ سہولت کے لئے ہے۔ تاکہ سارا بوجھ قاتل پر نہ آجائے۔ اب اس عبارت میں واضح ہے کہ قتل خطا میں دیت کا مقصد جبر ہے اور آپ جبر کا معنیٰ یہ جانتے ہوں گے کہ جبر کا معنیٰ تلافی اور کسی کا نقصان پورا کرنے کی کوشش ہے۔ غور فرما دیں کفالت والوں کی بات مستند کتب میں موجود ہے اور آپ نے غلط بحث کرنے کے لئے مقصد کو تعریف سمجھا اور دیت کی تعریف میں اخبار کے کئی کالم سیاہ کر کے ضائع کئے۔ بتائیے اس فضول مال سے آپکو کیا حاصل ہوا۔ محترم۔ تحقیق زیادہ لکھنے کا نام نہیں ہے بلکہ عبارت چھوٹی اور مطلب واضح کرنا ہوتا ہے۔

اعتراض ۱۴ قادری صاحب کا جو بیان اخبار میں شائع ہوا ہے انہوں نے کفالت والوں کو رد کرنے کے لئے ابوبکر جصاص سے دیت کی تعریف نقل کی ہے الدیۃ قیمۃ النفس اس تعریف سے قادری صاحب کا مقصد ان لوگوں کو رد کرنا ہے جو عورت کی دیت کا مقصد کفالت کرتے ہیں حالانکہ اس سے یہ بات رد نہیں ہوتی کیونکہ قادری صاحب کا مقصد اس وقت پورا ہوگا کہ نفس سے مراد مقتول کا نفس ہو۔ اس پر یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ نفس سے مراد قاتل کا نفس ہو۔ کیونکہ قتل کی دو قسم ہے عمداً اور خطاً نفس قتل کے لحاظ سے دونوں میں کوئی فرق نہیں بلکہ ایک آدمی کو عمداً گولی مارتا ہے اور دوسرا خطاً گولی مارتا ہے فرق صرف قاتل کی نیت کا ہے۔ کہ ایک جگہ مقصد ہے اور ایک جگہ مقصد نہیں ہے

چاہیئے تو یہ تھا کہ دونوں قتلوں میں قصاص ہوتا لیکن قتل عمد میں اگر ورثا راضی ہوجائیں تو دیت آتی ہے یعنی وہ کہتے ہیں کہ قاتل اپنے نفس کے بدلے دیت دے دے تو مراد قاتل کا نفس ہوسکتا ہے یہ سوال ہم نے قانون مناظرہ کے مطابق کیا ہے اور اس میں احتمال کا ذکر کیا ہے اپنے نظریہ کا ذکر نہیں کیا اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال ۔ تمہارا استدلال احتمال سے باطل ہوگیا تمہارا مطلب تب ثابت ہوتا کہ نفس سے مراد مقتول کا نفس ہوتا۔

اب ہم اس ساری بحث کو سمیٹتے ہوئے اس کا خلاصہ ذکر کرتے ہیں کہ قادری صاحب نے عورت کی مکمل دیت پر جو خیالات میں نقلی دلائل ذکر کیے ہیں وہ صرف دو ہیں ۔

دلیل اول :- قرآن پاک میں ہے - من قتل مومناً خطأً فتحریر رقبۃٍ مومنۃٍ ودیۃٌ مسلمۃٌ الی اھلہ ۔ یہاں وہ مومن کے لفظ کو اتنا عام کرتے ہیں کہ اس میں عورت کو بھی شامل کرتے ہیں تاکہ مرد عورت کی دیت برابر ہوجائے ۔ ان کا یہ استدلال چند وجوہ سے باطل ہے ۔

وجہ اول :- ابوبکر جصاص نے یہاں تصریح کی ہے کہ اس مومن سے صرف مذکر مراد ہے عورت مراد نہیں ۔

وجہ دوم :- یہاں ہی ابوبکر جصاص تصریح کرتے ہیں کہ قرآن پاک میں جہاں مطلق دیت کا ذکر ہوا اور دیت کو مضاف نہیں کیا گیا ۔ اور یہ مرد کی دیت ہوتی ہے عورت کی دیت کا ذکر کرنا ہو تو دیت کو عورت کی طرف مضاف کریں گے اور دیت المرأۃ کہیں گے اس کا حوالہ پہلے گزر گیا ہے وجہ اول کا حوالہ ملاحظہ ہو ۔ بعض لوگوں نے یہاں اعتراض کیا ہے کہ جب دیت سے مراد کامل دیت ہے تو پھر عورت کی دیت نصف کیوں ہے ۔ اس آیت سے تو عورت کی بھی پوری دیت معلوم ہوتی ہے تو ابوبکر جصاص اس کے دو جواب دیتے ہیں ، عبارت ملاحظہ ہو ، (قیل لہ ھذا غلطٌ من وجھین احدھما ان اللہ تعالیٰ انما ذکر الرجل فی الآیۃ فقال ومن قتل مومناً خطأً والوجہ الاٰخر ان دیۃ المرأۃ لا یطلق علیھا اسم الدیۃ وانما یتناولھا الاسم مقیداً الا تریٰ انہ یقال دیۃ المرأۃ نصف الدیۃ واطلاق اسم الدیۃ انما یقع علی المتعارف المعتاد وھو کمالھا) اس کا مطلب واضح ہے ۔ اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ دور جاہلیت میں جو دیت متعارف معتاد اور کامل تھی وہ صرف مرد کی دیت تھی اور ان کا یہ نظام عادل تھا ۔ عورت کی دیت مرد کے برابر نہیں تھی ۔ یہ بات عبارت میں غور کرنے سے پتہ چلتی ہے ۔ کہ عورت کی دیت پر مطلق دیت کا اطلاق نہیں ہوتا ۔ یہ دو جواب تو ابوبکر جصاص نے دیئے ہیں اب تین اور جواب ملاحظہ ہوں۔

وجہ سوم ۳ :۔ "من قتل مومناً خطأً" میں جو مومن کا لفظ اور صیغہ مذکر کا ہے تمام مردوں کو بھی شامل نہیں ہے کیونکہ اسی آیت کے بعد ایک مومن کے قتل کا ذکر ہے جس پر نہ قصاص ہے نہ دیت آیت ملاحظہ ہو۔ وان کان من قوم عدوٍ لکم وھو مومنٌ فتحریر رقبہ تو جب پہلی آیت میں مومن کا لفظ ہر مومن مذکر کو بھی شامل نہیں ہے تو پھر مؤنث کو کیسے شامل ہوگا۔

وجہ چہارم :۔ اصول فقہ کی کتابوں میں کتاب اللہ کی جو پہلی تقسیم کرتے ہیں اس کے اقسام چار ہیں، خاص و عام۔ و مشترک و مؤول تو مومن کا لفظ خاص ہے اور ظاہر ہے کہ خاص میں عموم نہیں ہوتا۔ کیونکہ عام خاص آپس میں متقابل ہیں اگر خاص میں تعمیم کریں گے تو اجتماع متقابلین ہو جائے گی۔ لہذا اس سے صرف بعض مذکر مومن مراد ہیں نہ تمام مذکر اور نہ عورت۔

وجہ پنجم :۔ پہلی آیت مبارکہ میں مومن کا لفظ نکرہ ہے اگر نکرہ نفی کے حیز میں آجائے تو اس میں عموم ہوتا ہے لیکن اثبات میں عموم نہیں ہوتا یہاں مومن کا لفظ نکرہ ہے اور اثبات میں ہے تو یہاں عموم کا کوئی اہل علم قول نہیں کر سکتا۔

قادری صاحب کی دلیل دوم

حدیث شریف المسلمون تتکافاء دماءھم۔ قادری صاحب اپنے اس استدلال پر بڑا زور دیتے ہیں کہ یہ حدیث مشہور ہے کوئی حدیث ضعیف یا آثار صحابہ اس کی تخصیص نہیں کر سکتے۔ اگرچہ اس حدیث کا جواب پہلے گزر چکا ہے لیکن ہم دوبارہ ذرا اس کی تفصیل کرنا چاہتے ہیں۔ بندہ پوچھتا ہے کہ حدیث شریف میں جو لفظ المسلمون آیا ہے یہ لفظ عام ہے جس کا حقیقی معنی مسلمان مرد ہے کیا یہ عام غیر مخصوص البعض ہے یا کہ مخصوص البعض شق اوّل پر یعنی غیر مخصوص البعض ہو تو یہ قرآن پاک کی آیت مندرجہ ذیل کے معارض ہے قولہ تعالیٰ وان کان من قوم عدوٍ لکم وھو مومنٌ الآیۃ۔ اس آیت میں جو مومن ہے اسکے قتل کا نہ قصاص ہے نہ دیت۔ اور جو حدیث قرآن کے معارض ہو اس سے موجودہ دور کے قادری صاحب ہی استدلال پکڑ سکتے ہیں۔ کوئی اہل علم ایسی جرأت نہیں کر سکتا۔ مزید براں، یہ صیغہ جمع مذکر کا ہے عورتوں کو اس میں داخل کرنا خلاف حقیقت ہے۔ جس پر دلیل اور قرینہ کی ضرورت ہے۔ جو کہ قادری صاحب کے پاس کوئی نہیں۔ شق ثانی پر یعنی مخصوص البعض ہو تو چونکہ مذکر کا صیغہ ہے۔ اس میں عورتوں کو داخل کرنا غیر آئینی ہے کیونکہ یہ تو تمام مرد مومنوں کو بھی شامل نہیں ہے چہ جائیکہ عورتوں کو شامل ہو۔ قادری صاحب اس حدیث شریف میں عورتوں کو داخل کر کے عورتوں کا درجہ مرد مومن سے بھی بڑھا رہے ہیں کیونکہ آیت مذکورہ بالا میں جس مرد

مومن کا ذکر ہے اس کے قتل کا نہ قصاص ہے نہ دیت اور قادری صاحب ہیں کہ عورت کی مکمل دیت کو اس حدیث سے ثابت کر رہے ہیں۔ مزید برآں جب المسلمون مخصوص البعض ہو گیا تو آثار صحابہ اس کی تخصیص کر سکتے ہیں اور وہ حدیث بھی اس کی مخصص ہو گی جو قادری صاحب کے خیال میں ضعیف ہے اور ہم اس کو صحیح ثابت کر چکے ہیں۔ نیز اس حدیث شریف میں خون اور قصاص کا ذکر ہے دیت کا نہیں ہے۔ قادری صاحب کی یہی بنیادی غلطی ہے کہ وہ قصاص اور دیت میں فرق نہیں کر رہے حالانکہ ہم پیچھے اس کا فرق واضح کر چکے ہیں کہ قصاص کی مدار حرمت الدم ہے اور اس میں مسلمان مرد عورت اور ذمی سب برابر ہیں۔ اور دیت حق مالی ہے۔ اور اس میں تفاوت فی المرتبہ کو دخل ہے اور ابن رشد کی عبارت میں تصریح گزر چکی ہے کہ اس امر پر اجماع ہے کہ انوثت نقصان دیت میں مؤثر ہے اور احکام القرآن ابن عربی کی عبارت میں بھی اس کا ذکر ہم کر چکے ہیں۔ احکام القرآن کی عبارت دوبارہ ملاحظہ ہو،

(مبنی الدیات فی الشریعۃ التفاضل فی الحرمۃ وتفاوت فی المرتبۃ لانہ حق مالی یتفاوت بصفات بخلاف القتل لانہ شرع زجراً لم یعتبر فیہ ذلک التفاوت فاذا ثبت هذا نظرنا الی الدیۃ فوجدنا الانثی تنقص فیہ عن الذکر) مذکورہ بالا عبارت میں جس شریعت مطہرہ کا ذکر ہے اس سے مراد شریعت محمدی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام ہے جس میں عورت کی دیت مرد سے کم ہے قادری صاحب جو دیت میں عورت کو مرد کے برابر لانا چاہتے ہیں۔ یہ شریعت محمدی کے خلاف ہے البتہ اگر قادری صاحب کی مراد کوئی اور شریعت ہے تو ہمیں اس سے کوئی سروکار نہیں ہے قادری صاحب جو چاہیں اس شریعت سے ثابت کر سکتے ہیں

اعتراض ۱۶ بندہ نہایت تفصیل سے پہلے جصاص کی عبارت سے ثابت کر چکا ہے کہ دورِ جاہلیت میں ایک عادلانہ نظام تھا اور دوسری دھاندلی شریعت مطہرہ نے عادلانہ آئین کو اپنا لیا ہے اور دھاندلی کو ترک کر دیا اس کی مزید تفصیل ملاحظہ ہو، قرآن پاک میں یہود کے متعلق فرمایا گیا۔ قولہ تعالیٰ وکتبنا علیہم فیہا اَنَّ النفس بالنفس والعین بالعین الآیۃ یہ تورات شریف کا عادلانہ نظام تھا لیکن یہود اس میں دھاندلی کرتے تھے کہ اگر کوئی غریب آدمی قتل کرتا تھا تو اس پر تو یہ عادلانہ آئین جاری کرتے تھے لیکن اگر کوئی طاقتور قتل کے جرم کا ارتکاب کرتا تھا۔ تو اس کو اس آئین عدل سے مستثنیٰ قرار دیتے تھے اب دیکھئے اسلام نے تورات شریف کا عادلانہ نظام اپنا لیا ہے اور یہود کی دھاندلی کو ترک کر دیا۔ اس تمہید کے بعد بندہ یہ عرض کرتا ہے کہ یہ بات تو اجماع صحابہ اور اجماع اہل علم سے ثابت ہو چکی ہے کہ عورت کی دیت مرد کی دیت کا نصف ہے لہذا اسلام

کا یہ عادلانہ نظام ہے۔ چونکہ عورت کی دیت کے متعلق دورِ جاہلیت ساقط ہے کہ قتل خطا کے وقت دورِجاہلیت کا کیا رواج تھا۔ اب دو ہی صورتیں ہیں یا تو دورِ جاہلیت میں عورت کی پوری دیت ہوگی یا نصف اگر دورِجاہلیت میں نصف دیت تھی تو چونکہ یہ عادلانہ آئین ہے اس لئے اسلام نے اسکو اپنالیا اور اگر دورِجاہلیت عورت کی کی پوری دیت تھی تو یہ دھاندلی ہے کہ جس کو اسلام نے ترک کر دیا۔

اعتراض نمبر ۱۷

شرعی طور پر عورت اور مرد میں فرق ہے۔ شرح عنایۃ اور اس کے حاشیہ میں ہے۔ ان حالها (ای المرأۃ) انقص من الرجل قال اللہ تعالیٰ وللرجال علیهن درجۃ ومنفعتها (قل لا تتمکن من التزوج باکثر من زوج واحد)

اس عبارت میں مرد عورت میں دو فرق ذکر کئے گئے ہیں۔ اوّل: مردوں کی عورت پر ایک درجہ فضیلت ہے۔ دوم: مرد ایک سے زیادہ بیویاں کر سکتا ہے لیکن عورت ایک سے زیادہ خاوند نہیں کرسکتی قادری صاحب جو عورت کو مرد کی سطح پر لانا چاہتے ہیں۔ تو یہ فتویٰ بھی ذرا صادر کردیں کہ جبکہ مرد ایک سے زیادہ بیویاں کرسکتا ہے تو عورت ایک سے زیادہ خاوند کیوں نہیں کرسکتی حالانکہ آج کل عورتوں کی یہ خواہش ہے۔ اس فتویٰ سے عورتیں بہت ہی خوش ہونگی اور قادری صاحب کا مقصد عورتوں کو خوش کرنا ہے۔ تو اس فتویٰ میں قادری صاحب اگر غور کریں تو خود قادری صاحب کا فائدہ ہے

فرق سوم۔ عورت کی شہادت مرد کی شہادت کا نصف ہے۔ فرق چہارم عورت کی وراثت مرد کی وراثت کا نصف ہے۔ فرق پنجم مرد اللہ کا رسول بن سکتا ہے جتنے انبیاء و رسول آئے ہیں وہ مردوں سے ہیں لیکن عورت رسول نہیں بن سکتی۔ قادری صاحب کے نظریہ سے عورتوں کے لئے راستہ ہموار ہوجائے گا کہ وہ بھی مرزا قادیانی کی طرح اپنی رسالت کا دعویٰ کریں کیونکہ زندیق قادیانی بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے زعم کے لحاظ سے خاتم النبیین ہی مانتا تھا صرف اس میں تاویل کرتا ہے۔ فرق ششم۔ عورت مسلمانوں کا خلیفہ نہیں بن سکتی جو کہ حدیث شریف سے ثابت ہے۔ فرق ہفتم مردوں پر جہاد فرض کفایۃ ہے جبکہ مسلمانوں کے ملک پر کفار نے حملہ نہیں کیا لیکن اس صورت میں عورت پر جہاد فرض کفایۃ نہیں ہے۔ ابتداءً عورت مرد سے پیدا ہوئی ہے۔ رد عورت کا اصل ہے تو یہ قرآن پاک سے ثابت ہے قولہ تعالیٰ وخلق منها زوجها یعنی حضرت حواء علیها السلام کو اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے پیدا فرمایا بعض جہّال اس آیت کا یہ معنیٰ کرتے ہیں کہ آدم کو حواء سے پیدا کیا۔ فرق ہشتم: مرد کی ڈاڑھی ہوتی ہے عورت کی عموماً داڑھی نہیں ہوتی۔ فرق نہم، عورت مرد کی ٹیڑھی پسلی سے پیدا ہوئی ہے۔ مرد عورت کو بلا شرط طلاق

دے سکتی ہے نہ کہ عورت۔ فرق دھم۱۰۔ عورت کا دین ناقص ہے۔ فرق یازدھم۱۱۔ عورت کا عقل بھی ناقص ہے حدیث شریف میں ہے۔ مارایت من ناقصات عقل ودین اذھب للب الرجل الحازم منکن۔ خلاصہ حدیث شریف کا یہ ہے کہ عورتیں ناقص عقل اور ناقص دین کے باوجود بڑے بڑے اسکالروں کو بے عقل کر دیتی ہیں اس حدیث کی تصدیق معلوم کرنی ہو۔ تو حضرت علامہ مفسر قرآن اور بہت بڑا تاریخ دان اور اجماع صحابہ اور تمام اہل علم کے متعلق نام نہاد اجماع کہنے والا جناب طاہر القادری اس حدیث کا بالکل پورا مصداق ہیں۔

سوال نمبر ۱۷:۔ علامہ طاہر القادری کی تفسیر دانی کا آج کل بڑا چرچا ہے اس جگہ ہم قرآن پاک کی چند آیات کے متعلق ان سے پوچھتے ہیں۔ اگر وہ ان آیات کا صحیح مفہوم بحوالہ نقل پیش کر دیں تو ہم بھی ان کی تفسیر دانی کے ساتھ ایمان لے آئیں گے۔ لیکن اس فقیر کا خیال یہ ہے (نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں) اور قرآن پاک میں ہے کہ لئن اجتمعت الجن والانس علی ان یاتوا بمثل ھذا القرآن لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضھم لبعض ظھیرا۔ اگر علامہ قادری صاحب اس فقیر کے اس خیال کو آیات مندرجہ ذیل کی تفسیر سے باطل کر دیں۔ تو اس فقیر کو بڑی ہی خوشی ہوگی کہ واقعی اس گئے گزرے زمانہ میں بھی مفسر ہیں۔

آیت نمبر ۱: قولہ تعالیٰ: وایاک نستعین۔ تمام تراجم اس کا یہ معنی کرتے ہیں کہ تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں اور غالباً طاہر القادری صاحب بھی یہی ترجمہ کرتے ہوں گے اس پر سوال یہ ہے کہ ترجمہ میں جو مدد کا لفظ ہے یہ عربی ہے۔ اور اس کا استعمال بہت جگہ پر قرآن پاک میں بھی آیا ہے۔ مثلاً۔ امدکم اور یمددکم تو چاہیے تھا کہ یہاں بھی یہی مادہ اختیار کر کے عبارت اس طرح ہوتی (وایاک نستمد۔) نستمد کو چھوڑ کر نستعین کو کیوں اختیار کیا گیا ہے۔

آیت نمبر ۲: الزانیۃ والزانی اور السارق والسارقۃ پہلے فقرے میں مؤنث کو مذکر پر مقدم کیا گیا ہے اور دوسرے میں مذکر کو مونث پر اس کی کیا وجہ ہے۔

آیت نمبر ۳: قرآن پاک میں جہاں عورت کی شہادت کا ذکر ہے وہاں یہ فرمایا گیا ہے (ان تضل احدٰھما فتذکر احدٰھما الاخریٰ۔ تو اس آیت میں لفظ احدٰھما دو جگہ مذکور ہے جب ایک جگہ اس کا ذکر آگیا تو دوبارہ یا تو اس کو حذف کرنا تھا یا اس کی طرف ضمیر لوٹانی تھی جو کہ عربی کا قاعدہ ہے۔ یہاں دوسری جگہ ظاہر کیوں لایا گیا ہے۔

آیت نمبر ۴: قولہ تعالیٰ: وان کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیراً: اس آیت کریمہ کے متعلق دو وجہ سے استفسار ہے۔ اول یہ کہ اختلافاً کثیراً کی باہم ترکیب

کیا ہے۔ **دوم** = اختلاف سے مراد کونسا اختلاف ہے۔ بندہ نے یہ چند آیتیں مشتِ نمونہ از خروارے جناب کی خدمت میں پیش کی ہیں ان کا جواب نقلاً عنایت کیا جائے۔ اگر آپ صحیح جواب دے دیں تو آپ کا درس قرآن دینا بالکل درست ہوگا۔ اور اگر سب کا یا بعض کا آپ جواب دینے سے قاصر رہیں تو آئینی طور پر آپ اس درس دینے کو ترک فرما دیں۔ اس زمانہ میں تو قرآن پاک کے بگاڑنے والوں پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ لیکن اگر صحابہ کا زمانہ ہوتا تو ایسے مفسرین کو کوڑے لگائے جاتے۔

آخر میں ہم علامہ قادری صاحب کی خدمت میں ایک گزارش کرتے ہیں اس پر وہ ضرور غور فرما دیں بندہ کو اعتراف ہے کہ میرے مذکورہ بالا مضمون میں کچھ تشدید ہے اور کچھ سختی ہے اس لئے عرض کیا جاتا ہے کہ ایک دوست اپنے دوسرے دوست پر خیر خواہی کی وجہ سے سرزنش کرتا ہے اسی طرح ایک دشمن اپنے دشمن کے ساتھ تلخ کلامی کرتا ہے لیکن ہر دو میں فرق یہ ہے۔ کہ دوست کا مقصد خیر خواہی ہوتا ہے تاکہ اس کا دوست راہ راست پر آجائے اور دشمن کی سرزنش کا مقصد عناد اور دوسرے کی تذلیل ہوتی ہے جیسے قیامت میں اللہ جل شانہ بعض گناہ گار مسلمانوں کو دوزخ میں داخل کرے گا۔ اور تمام کفار کو بھی لیکن مسلمانوں کی تعذیب سے انکی تطہیر مقصود ہوتی ہے تاکہ یہ جنت میں جانے کے قابل ہو جائیں۔ اور کفار کی تعذیب سے ان کی تذلیل اور توہین مقصود ہے۔ بندہ کا مقصد بھی اس تشدید سے خیر خواہی ہے یہ فقیر تلمذ کے لحاظ سے خیر آبادی ہے علامہ فضل حق خیر آبادی رحمہ اللہ نے خیر خواہی کے طور پر اپنے مخاطب کو سخت سست کہا ہے اور اپنے اشعار بلیغہ میں اس کی توجیہ ان الفاظ سے کی ہے۔ (الومك ناصحاً) یعنی میں تجھے ملامت خیر خواہی کے طور پر کر رہا ہوں علامہ قادری کی خدمت میں التماس ہے کہ اگر ان کو فقیر کے اس مضمون پر غصہ آئے تو وہ اس کو تھوک دے اور آیت مندرجہ ذیل کا مصداق بنے۔

والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس ۔ اس آیت مبارکہ میں اسی غصہ کو تھوکنے کا ذکر ہے۔

حررہ الفقیر الی اللہ الصمد عطا محمد بن الخیر الجوروی
ارخ ۱۱ الصفر المظفر ۱۴۰۵ھ المطابق ۲ نومبر ۱۹۸۴ء فی یوم الاثنین

مرکزی صدر جماعت اہل سنت پاکستان
شیخ الحدیث والتفسیر جامعہ رضویہ ضیاء العلوم کراچی